© rasailojaraid.com

بحث ونظر

فنِ تنقید میں رسول عربیؐ کے رہنما اصول

مولانا سرور عالم ندوی

تنقیدی شعور قدرت کا وہ انمول عطیہ ہے جو انسانوں میں اقدارِ عالیہ کے فروغ کے لیے ہر زمانہ میں کسی نہ کسی حیثیت سے ظہور پذیر ہوتا رہا، لیکن اس کی سب سے جولان گاہ وہ قرار پائی جو اقوام وملل کی تہذیب وتمدن کی آئینہ دار ہوتی ہے جسے ہم ادب کے نام سے جانتے ہیں، کیونکہ ادب انسانی زندگی کی ایسی تصویر ہوتا ہے جس میں انسانی جذبات واحساسات کے علاوہ مشاہدات، تجربات اور خیالات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اسے تفسیرِ حیات کا نام بھی دیا گیا ہے اور تفسیرِ حیات بغیر تنقیدی شعور کے ممکن نہیں، اس لیے تخلیق ادب کے ساتھ ہی تنقید کا عمل بھی شروع ہوجاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب زبان وادب کے جس اعلیٰ مقام پر پہونچ چکے تھے اور فصاحت وبلاغت کا جو بلند معیار متعین ہوگیا تھا وہ ارباب علم ودانش سے مخفی نہیں۔ عربی ادب کی ابتدا بھی دنیا کی دیگر بڑی زبانوں کے ادب کی طرح شاعری سے ہی ہوئی، جو رفتہ رفتہ ان کی زندگی کا ایک حصہ بن گئی۔ وہی ان کے افتخار وامتیاز کا وسیلہ تھی۔ جس کے متعلق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان الشعر کلام من کلام العرب تتکلم بہ فی نوادیہا وتسل بہ الضغائن من بینہا [1]	شعر کلام عرب کا وہ اہم اور عمدہ حصہ ہے جس کو وہ اپنی مجلسوں میں پیش کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنے کینوں کو دور کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

لاتدع العرب الشعر حتی تدع الابل الحنین ۲۵

عرب شعر سے اسی طرح کنارہ کش نہیں ہو سکتے جس طرح اونٹنیاں اپنے بچوں سے شفقت و پیار کرنا نہیں چھوڑ سکتیں۔

لیکن ادب سے ان کی تمام تر شیفتگی اور وارفتگی کے باوجود ان کی کاوشوں کا دائرۂ عمل فن برائے فن کے حدود سے متجاوز نہ ہو سکا۔ اس سے زبان و بیان کا عظیم الشان ذخیرہ تو ضرور وجود میں آگیا مگر ادب کا وہ صالح اور پاکیزہ مقصد نہ ظاہر ہو سکا جو افصح العرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فطرت سلیم کی تسکین کا سبب اور ذریعہ ہوتا اور آپ کا ذوق لطیف اسے قبول کر لیتا، کیونکہ ادب کی صحیح قدر و قیمت معین کرنے کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کا زندگی سے کتنا تعلق ہے؟ وہ کہاں تک زندگی کا صحیح مفہوم پیش کر سکتا ہے؟ اور اس کا مقصد زندگی کی صحیح ترجمانی نہیں بلکہ صحیح زندگی کی ترجمانی ہو۔ عہدِ جاہلیت میں یہ تصور دشوار تھا، اس لیے کہ ان کی زندگی کا دائرہ قبائلی عقائد اور ان کے رسم و رواج تک ہی محدود تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تر توجہ ولولہ انگیزی، جذبات نگاری اور منظر کشی پر ہی مرکوز ہو کر رہ گئی تھی، اس بات کی وہ قطعاً پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کوئی شعر اخلاق اعتبار سے بلند ہے یا پست۔ اس صورت حال کو اخلاق کا معلّم اکبر اور قوم کا مصلح اعظم جو درس گاہ خداوندی کا تربیت یافتہ، زبان و بیان کا رمز شناس اور عرب کے سب سے زیادہ فصیح و بلیغ قبیلہ قریش و بنو سعد کی آغوش کا پروردہ تھا، کب گوارہ کر سکتا تھا، جس کی توجہ کا مرکز قبائلی عقائد اور رسم و رواج کی جگہ صحیح دینی فکر اور اس کے احکام و آداب کی تبلیغ و دعوت تھا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ادب عربی کا غالب عنصر شاعری تھا۔ اس لیے آپ کی اصلاحی کوششیں بھی سب سے پہلے اسی سمت متوجہ ہوئیں آپ نے ادب برائے ادب کے نظریہ کی جگہ ادب برائے زندگی کا تصور عطا کیا۔ ایک موقع پر عہد جاہلی کے سب سے بڑے شاعر امرأ القیس کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذلك رجل مذكور في الدنيا شريف فيها، منسي في الآخرة، خامل فيها، يأتي يوم القيامة، مع لواء الشعراء إلى النار[۴۳]

یہ ایسا شخص ہے جو دنیا میں قابل ذکر ہے اور دنیاوی اعتبار سے باعزت لیکن آخرت میں گمنام ہوگا، اس کا نام ونشان تک نہیں رہے گا، قیامت کے دن جہنم کی طرف شاعروں کی قیادت کرتا ہوا آئے گا۔

اس اعلان نے پہلی مرتبہ تصور ادب میں اخلاق اور فن کی دو الگ الگ حیثیتیں مقرر کیں اور دونوں کے مجموعہ کا نام ادب رکھا۔

امرأ القیس کے کلام پر آپؐ کے اس تنقیدی بیان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپؐ سرے سے شاعری کے ہی مخالف تھے کیونکہ قرآن نے شاعری کو گمراہی پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے، درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن کی آیت اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ[۴۴] سے صرف وہ شعراء مراد ہیں جو قرآنی تبصرے کا مصداق ہوں یعنی وہ جو بے سروپا باتیں کرتے ہوں اور ان کے قول وفعل میں تضاد ہو۔ اس کے برخلاف وہ شعراء جو توحید پر ایمان رکھتے ہوں، حق گو اور حق کے علمبردار ہوں اور ان کے اقوال واعمال میں مطابقت ہو وہ محمود اور مقبول ہیں[۴۵]۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار نقد ونظر میں مقصدیت کو بھی بڑا مقام حاصل ہے یعنی قائل کے بجائے قول پر نظر ہونی چاہیے کہ کلام کا مقصد کیا ہے؟ اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اگر مقصد عظیم اور اثرات مبارک ہیں تو وہ کلام بھی قابل اعتناء اور لائق توجہ ہوگا۔ اس کی تائید آپؐ کے عمل سے بھی ہوتی ہے، مثلاً فتح طائف کے بعد عصر جاہلی کے مشہور شاعر امیہ بن ابی صلت[۴۶] کی بہن فارعہ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تمہیں اپنے بھائی کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ فارعہ نے اس کے چند اشعار آپؐ کو سنائے۔

آپؐ نے فرمایا تمہارے بھائی کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے:۔

اَلَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ

ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں لیکن وہ ان سے نکل بھاگا تو شیطان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنَ الْغٰوِیْنَ ۔ نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔
(الاعراف : ۱۷۵)

ایک روایت میں آپؐ کا جواب ان الفاظ میں نقل ہوا ہے :

"امن شعرہ وکفر قلبہ" اس کا شعر ایمان لے آیا لیکن اس کے قلب نے کفر کیا

اسیران بدر میں سے نضر بن حارث کے قتل کے بعد اس کی بہن قتیلہ بنت حارث نے اپنے بھائی کا جو مرثیہ کہا تھا اس میں سے چند اشعار یہ ہیں :

أمحمد یا خیر ضنء کریم ۔۔۔ فی قومہا والفحل فحل معرق

ما کان ضرک لو مننت وربما ۔۔۔ من الفتی وھو المغیظ المحنق

والنضر اقرب من قتلت قرابۃ ۔۔۔ واحقھم ان کان عتق یعتق

لو کنت قابل فدیۃ لنفدینہ ۔۔۔ باعز ما یغلی بہ من ینفق

(ترجمہ : اے محمد آپ تو نجیب الطرفین ہیں آپ کا کیا بگڑ جاتا اگر آپ احسان کر دیتے خاص طور سے ایسے نوجوان پر جو شدید الغضب ہو اور نضر جس کو آپ نے قتل کیا وہ قرابت کے اعتبار سے اس بات کا زیادہ مستحق تھا کہ اگر کسی کے بارے میں آزادی و رہائی کا فیصلہ کیا جائے تو اسے آزاد کر دیا جائے ۔ اگر آپ اس کی طرف سے فدیہ قبول کرتے تو میں فدیہ ادا کر دیتی اس لیے کہ وہ اس پر خرچ کئے گئے مال و دولت سے زیادہ قیمتی تھا ۔)

جب یہ اشعار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا "اگر یہ اشعار اس کے قتل سے پہلے میرے پاس پہونچتے تو میں اس پر احسان کر دیتا ۔" [۵۳]

اسی طرح العلاء بن حضرمی نے ایک موقع پر آپؐ کے سامنے یہ اشعار پڑھے :

وحیی ذوی الاضغان تسب عقولھم ۔۔۔ تحیتک الحسنی وقد یرقع النعل

فان وحسوا بالکرہ فاعف تکرما ۔۔۔ وان خنسوا عنک الحدیث فلا تسل

فان الذی لوذیک منہ سماعہ ۔۔۔ وان الذی قالو وراءک لم یقل

(ترجمہ : محلہ کے کینہ پرور لوگ اپنی عقل کے دشمن ہیں ۔ یہ نازیبا حرکتوں میں الجھ کر ہی رہ جائیں گے اور خیر و کامرانی آپ کا قدم چومے گی ۔ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں جب بھی آپؐ ان سے درگذر کیجئے اور اگر یہ آپ کے خلاف چہ میگوئی کریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو آپ ان کی طرف دھیان نہ دیں۔ یہ لوگ جن کی باتیں آپ کے لیے بڑی تکلیف دہ ہیں، قابلِ مذمت ہیں یہ بیٹھ پیچھے ہی کچھ کہنے کے عادی ہیں ان کا کہنا نہ کہنے کے برابر ہے۔

ان اشعار کے سننے کے بعد آپ نے فرمایا:

ان من الشعر لحکمۃ فاذا التبس علیکم من القراٰن فالتمسوہ فی الشعر فانہ عربی ۹	بیشک بعض اشعار حکمت سے بھرے ہوتے ہیں اگر قرآن پاک کی کچھ چیزوں میں تمہیں التباس ہو جائے تو ان کو اشعار میں تلاش کرو اس لیے کہ اشعار صحیح اور فصیح عربی کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہ وہ مثالیں ہیں جو رسول کریمؐ کے ادبی ذوق کی آئینہ دار ہیں اور ان لوگوں کے خیالات کی تردید کے لیے کافی ہیں جو اسلام اور معلم انسانیتؐ کو ادب و شعر کے ارتقاء میں مزاحم تصور کرتے ہیں۔ شعر کا عیب و ہنر اس کے مقاصد اور اثرات سے وابستہ ہے نہ کہ نفسِ شعر سے۔ جس کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ ہیں کہ آپؐ نے شاعری کو کہیں تو شیطان کا آلۂ طرب کہا[۱۰] اور کہیں تائیدِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا[۱۱]۔ امام عبدالقاہر جرجانی نے ایسے ہی بعض لوگوں کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

کیف ترکت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا وکیف نسیت امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بقول الشعر ووعدہ علیہ الجنۃ و قولہ لحسان "قل وروح القدس معک" وسماعہ واستنشادہ ایاہ وعلمہ بہ واستحسانہ للمرتیاحہ عند	تم نے کیسے رسول پاکؐ کے اس قول کو چھوڑ دیا کہ بعض اشعار حکمت کا خزینہ ہوتے ہیں اور بعض بیان جادو کا کام کرتے ہیں اور کیسے یہ بات فراموش کر دی کہ رسولِ اکرمؐ نے بعض مواقع پر شعر کہنے کا حکم دیا ہے اور اس پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپؐ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا "شعر کہو روح القدس تمہارے ساتھ ہیں" آپ نے ان کے اشعار سنے ہیں۔ ان سے اشعار پڑھنے کی فرمائش کی ہے۔ ان کو پسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سماعہ [۱۲] فرمایا ہے اور ان کو سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے شاعری کی مطلقاً نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس خاص صنف کی مذمت کی جو تعلیماتِ اسلامی کے مخالف ہو، اور اس کے ذریعہ آپسی ناچاقی اور عصبیت بیدار ہوتی ہو، یہی وجہ ہے کہ سیرتِ نبوی میں متعدد ایسے شعراء کا تذکرہ ملتا ہے جنھیں بارگاہِ رسالت سے درجۂ استناد حاصل ہو چکا تھا۔ ان میں حمزہ بن عبدالمطلبؓ، علی بن ابی طالبؓ، کعب بن مالکؓ، حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ اشعرٌ وقرآن" ؟ یعنی اے اللہ کے رسول قرآن کی موجودگی میں شعر کیوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ھٰذا مرۃ ھٰذا مرۃ" [۱۳] (کبھی یہ کبھی یہ) نابغہ الجعدی کے ایک قصیدے پر آپؐ نے یہ دعا دی "لا یغضض اللہ فاک" [۱۴] اللہ تیرے منھ کو سلامت رکھے، لبید بن ربیعہ کے مصرعہ:

اَلَا کلّ شیء ما خلا اللہ باطل	اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے

پر آپؐ نے فرمایا:

انہ اصدق کلمۃ قالہا شاعر [۱۵]	شاعر نے سب سے سچی بات جو کہی ہے وہ یہی ہے۔

طرفہ بن العبد کا ایک شعر ہے:

ستبدی لک الایامُ ماکنتَ جاھلا	ویاتیک بالاخبار من لم تزوّد [۱۶]

(ترجمہ: عنقریب زمانہ تم پر وہ چیز ظاہر کر دے گا جس سے تم ناواقف ہو اور تمہارے پاس وہ شخص خبر لے کر آجائے گا جس کو تم نے اس مقصد کے لیے روانہ ہی نہیں کیا تھا)

اس شعر کو آپؐ نے بے حد پسند کیا اور فرمایا: ھٰذا من کلام النبوۃ [۱۷] (یہ کلام نبوت کے مانند ہے) خنساء کے اشعار سن کر آپؐ جھوم اٹھے اور فرمایا ھیہ یا خناس [۱۸]، (اے خنساء اور سناؤ) عنترہ بن شداد کا شعر ہے:

ولقد ابیت علی الطوی واظلہ	حتی انال بہ کریم المأکل [۱۹]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ترجمہ: فقر وفاقہ کے ساتھ میں نے رات گزاری یہاں تک کہ صبر وقناعت میں میں نے بڑے بڑے شرفاء کے مرتبہ کو پالیا۔)

یہ شعر سن کر آپؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "کسی عرب کی تعریف نے میرے دل میں اس سے ملاقات کا شوق نہیں پیدا کیا لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس شعر کے کہنے والے کو دیکھنے کے لیے میرا دل بیتاب ہے" [۱۹]

اسی طرح حد سے بڑھی ہوئی مدح سرائی اور مبالغہ آرائی ادب جاہلی کا امتیاز اور فن کی معراج تصور کی جاتی تھی۔ اسے کذب بیانی اور دروغ گوئی کے ذریعہ آراستہ کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبالغہ آرائی کی نکیر کی اور اس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا:

اهلكتم او قطعتم ظهر الرجل [۲۰] والله يقول فلا تزكوا انفسكم [۲۱]

تم لوگوں نے اس شخص کو ہلاک کر دیا یا فرمایا اس کی کمر توڑ دی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم لوگ اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو"۔

ان تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے عصر جاہلی کے ممتاز شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کو "اشعر الشعراء" کا خطاب صرف اس لیے دیا تھا کہ:

كان لا يعاظل بين القول ولا يتبع حوشي الكلام ولا يمدح الرجل الا بما هو فيه [۲۲]

وہ قول میں پیچیدگی اختیار نہیں کرتا تھا، نامانوس الفاظ کا استعمال نہیں کرتا تھا اور لوگوں کی بے جا تعریفیں نہیں کرتا تھا۔

غرض شعراء جاہلی کے کلام پر آپؐ کے ان تبصروں سے جو چیز مترشح ہوتی ہے وہ یہ کہ آپؐ کے پیش نظر موضوع کی افادیت واہمیت سب سے مقدم تھی۔ آپؐ کلام میں دینی جذبات کی نمائندگی، معنی کی پاکیزگی، فکر کی بلندی، شعور کی بالیدگی اور اخلاق واقدار کی حکمرانی چاہتے تھے، ایسے ادب کی تشکیل کرنا چاہتے تھے جو انسانی معاشرے کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے جس طرح شاعری کی اصلاح فرمائی اسی طرح نثر کے اسلوب وانداز بیان میں بھی زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگرچہ اس زمانہ میں نثر کا رواج کم تھا اور اس کو شاعری جیسی اہمیت حاصل نہیں تھی، تاہم جس قدر بھی تھی اس میں ثقل و پیچیدگی، سجع و قوافی اور معنی و مفہوم میں سختی و دشواری کا عنصر غالب تھا اور ان کی تمام تر کوششیں اور کاوشیں اسی سمت میں ہوتی تھیں اور یہی ان کے امتیاز و افتخار کا وسیلہ تھی۔ اس دور کے نثری ادب کا سب سے بڑا نمونہ کاہنوں کا کلام ہے جس کو نہ صرف یہ کہ آپ کی فطرت سلیم نے گوارہ نہیں کیا بلکہ اس اسلوب کی پیروی کرنے والوں پر آپ نے تنقید فرمائی، کیونکہ اس میں خواہ مخواہ کی عبارت آرائی، تصنع اور طول کلام میں اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، ابن اثیر نے "المثل السائر" میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ آپؐ نے جنین کی دیت غلام یا باندی مقرر فرمائی تو ایک شخص نے کہا "أأدی من لا شرب ولا أكل ولا نطق ولا استهل ومثل ذالك يطل" (کیا میں اس کی دیت ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا نہ حرکت کی، اس کی تو کچھ دیت نہیں ہونی چاہیے) تو آپؐ نے فرمایا:

اسجعا کسجع الکهانت؟	کیا کاہنوں کی سی مسجع عبارت میں بات
وکذالک کان الکهنة کلهم،	کرتے ہو۔ ان لوگوں سے جب بات کی
فانهم کانوا اذا سئلوا	جاتی تو مسجع عبارت میں اس کا جواب
عن امرجاء وابالکلام مسجعا"[۲۳]	دیتے تھے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

ان الله يبغض البليغ من الرجال	اللہ تعالیٰ کو وہ فصیح اور چرب زبان
الذی يتخلل بلسانه تخلل	شخص ناپسند ہے جو اپنی زبان سے
الباقرة بلسانها"[۲۴]	یوں چرتا ہے جس طرح گائے چرتی ہے۔

اسی طرح نبوی معیارِ نقد و نظر نے کلام میں بے جا تکلف و تصنع کو بھی غیر مستحسن قرار دیا کہ اس انداز بیان سے سوائے حقیقت سے دوری اور بیان میں طوالت کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا:

هلك المتنطعون[۲۵]	ہلاک ہوئے وہ لوگ جو بناوٹ سے باتیں کرتے ہیں یعنی تکلف و تصنع سے کام لیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز آپؐ کا ارشاد ہے :

وان من ابغضکم الیّ و ابعدکم منّی یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدّقون والمتفیھقون [۲۶] — مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو کلام میں بے جا تکلف سے کام لیتے اور حق سے دور نکل جاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا :

ایّاک والتشادق [۲۷] — کلام میں بے جا تکلف سے بچو

یہ ارشادات جن میں رسول اکرمؐ کا غیظ و غضب سمٹ آیا ہے درحقیقت اس اسلوب کی پیروی کرنے والوں کے لیے ایک طرح کے تازیانے ہیں۔

تحریر و تقریر اور عام گفتگو میں بھی الفاظ کا انتخاب بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ الفاظ کے اندر ایک حرارت ہوتی ہے جس کا اثر متکلم اور سامع دونوں پر پڑتا ہے، اسی سے ادب میں زندگی اور تابندگی پیدا ہوتی ہے، ایسا ادب جس سے معاشرے کو فائدہ حاصل ہو اور اصلاح و تربیت کا کام انجام پائے اس میں دقیق مشکل الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرنا اور سادگی اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ ادب کا یہ مبارک مقصد حاصل ہو سکے جس کی طرف رسول عربیؐ نے انتہائی مختصر اور بلیغ جملے "من بدا جفا" [۲۸] (جس نے بدویت اختیار کی اس کے اندر سختی اور درشتی پیدا ہو جاتی ہے) کے ذریعہ رہنمائی فرمائی ہے، یہ وہ مختصر جملہ ہے جس میں سہل اور آسان الفاظ کے انتخاب کی تعلیم اور سخت اور درشت لہجہ سے بچنے کی تلقین لطیف پیرائے بیان میں کی گئی ہے۔ یہ دورِ جاہلیت کی تخلیق کا دونوں پر تبصرہ بھی ہے اور نسل آئندہ کی اصلاح و تربیت کا ذریعہ بھی۔

کلام میں ایجاز ادب کی جان اور فن کی روح ہے، اس سے کلام میں حسن اور معنی کی افادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ تصور خاص تعلیم نبویؐ کا فیض ہے جس سے عصر جاہلی کا کلام بالکل خالی اور افراط و تفریط کا شکار رہا ہے، وہاں یا تو اغلاق و اختصار کی انتہا تھی یا پھر تفصیلات کا غیر مربوط دفتر جو مزاج نبوی کے خلاف تھا، چونکہ آپؐ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتدال کے داعی تھے اس لیے آپؐ کی طبع لطیف نے اسے گوارا نہیں کیا اور ایجاز و اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا، حضرت عمارؓ فرماتے ہیں:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باطالۃ الصلوٰۃ وقصر الخطب"۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نمازوں کو طویل کرنے اور خطبوں کو مختصر کرنے کا حکم فرمایا۔

آپ نے مخاطب کی ذہنی سطح کی رعایت کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ ذہانتیں مختلف ہوتی ہیں، انسانی معیار تفہیم و تدبر میں یکسانیت نہیں ہوتی، اگر ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو اس سے وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جس کی توقع ایک صالح ادب سے کی جا سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

انّا اُمرنا معشر الانبیاء بان نکلم الناس علی مقادیر عقولہم ۳۰	ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کریں۔

ایجاز اور مقتضائے حال کے مطابق کلام کا ہونا ادب کے دو اہم وصف ہیں جن میں بلاغت کی روح پنہاں ہے یعنی اختصار کے ساتھ خوبصورت انداز میں اس طرح اپنی بات پیش کی جائے کہ مخاطب کو اس سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہی اصل اور حقیقی کلام بلکہ ادب ہے جس کو زبان نبوت نے بلاغت کی سند عطا فرمائی ہے ابو الہلال العسکری نے "کتاب الصناعتین" میں ایسے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں جن کو اللہ کے رسولؐ نے پسند فرمایا اور ان کو بلاغت قرار دیا، مثلاً ایک موقع پر ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کفاك اللہ ما اھمّك" (اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورت پوری کرے) یہ جملہ سن کر آپؐ نے فرمایا ھٰذہ البلاغۃ (یہ بلاغت ہے) اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا "عصمك اللہ من المکارہ" (اللہ تمہیں برائیوں سے بچائے) تو آپؐ نے فرمایا ھٰذہ البلاغۃ ۳۱

یہ وہ تبصرے ہیں جو فن ادب میں مزاج نبوت کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں اور ایسے اصول و مبادی میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو ادبی تنقید میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، جنہوں نے موضوعاتی اور لغوی دونوں پہلو پر نظر رکھ کر ایسا پیمانہ مقرر کر دیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کی رعایت سے صالح اور کارآمد ادب وجود میں آسکتا ہے، جس میں حقیقت کا اظہار، تکلفات سے بیزاری، زبان کی روانی، الفاظ کی شیرینی، فکر کی بلندی اور حسن ایجاز کی جلوہ گری نظر آئے جو معاشرے کی اصلاح اور وجدان وشعور کو صحت وصالحیت کی راہ پر گامزن کرنے کا سبب ہو اور ایک صحت مند اور پاکیزہ ادب کی تخلیق کا وسیلہ بنے، جو دینی، تہذیبی، اخلاقی اور معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ ہو، اخوت ومساوات، ہمدردی وبھائی چارگی، حق گوئی وخدا ترسی، راست گیری وپاک بازی کا داعی ہو، جن پر عمل پیرا ہو کر ماہرین فن، ادب کے گیسوئے خمدار کو اپنے حسنِ ذوق سے اس طرح آراستہ کرسکتے ہیں کہ اس کے ہر پیچ وخم میں زبان کی حلاوت ولطافت، ذوق کا حسن ونزاکت، معنی کی خوبی وطہارت، فکر کی عظمت ورفعت، حسن اخلاق کی دعوت، قول وعمل کے تضاد سے بغاوت اور خدا ورسول سے محبت کا عنصر شامل ہو۔ اس ادب کے بہترین نمونے ابتدائے اسلام کی تحریریں خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات، رسائل اور اقوالِ کریمہ ہیں جن کی اتباع وتقلید کے جذبے نے تحریر وتقریر کا انداز بدل دیا تھا، جس کی وجہ سے فن تنقید کے امام ابن سلّام کو یہ کہنا پڑا کہ:

> "اگر جاہلیت اور اسلام کے دور کا تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں لوگ اجنبی اور غیر مانوس کلام کو ناپسند کرتے تھے اور مٹھاس، تازگی اور تسلسل کے حامل کلام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور ایسے کلام کو بھی پسند کرتے تھے جس کی تفہیم آسان ہو اور جس سے لطف اندوز ہونے کی توقع ہو، جاہلیت کے شعراء تعریف میں بے حد مبالغہ سے کام لیتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو اس دور میں اکثر شعراء کے درمیان صداقت ہی اصل معیار قرار پائی"[۳۲]

حواشی ومراجع

لـہ ابوزید القرشی، جمہرۃ اشعار العرب، المطبعۃ الرحمانیہ مصر ۱۹۲۶ء ص ۲۹

ــہ نقوش لاہور رسول نمبر جلد ہشتم مضمون فصاحت نبوی از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ص ۳۵۲

ــہ ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، دار الثقافۃ، بیروت ۱۹۶۴ء م جلد اول ص ۶۸ مسند احمد کی روایت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف امرأ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے جلد دوم ص ۲۲۸

۴ھ سورہ الشعراء آیت ۲۲۴

۵ھ اس موضوع پر امام زمخشری نے اپنی تفسیر "الکشاف"، ابن خلدون نے اپنے مقدمہ ص ۴۲۸ اور ڈاکٹر عبدالعزیز عتیق نے "تاریخ النقد الادبی" ص ۴۴ میں مفصل روشنی ڈالی ہے۔

۶ھ عصر جاہلی کے اس ممتاز شاعر کا کلام آنحضور کو پسند تھا۔ اس کے متعلق ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: کاد امیہ بن ابی الصلت أن یسلم (امیہ اسلام قبول کرتے کرتے رہ گیا) صحیح بخاری کتاب المناقب، باب ایام الجاہلیۃ۔ امام مسلم نے حضرت شرید سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، آپؐ نے سنانے کی فرمائش کی، انھوں نے ایک شعر سنایا۔ آپؐ نے فرمایا اور سناؤ یہاں تک کہ آپؐ کی فرمائش پر انھوں نے امیہ کے ایک سو اشعار سنائے (صحیح مسلم، کتاب الشعر)

۷ھ حافظ ابن حجر العسقلانی۔ الاصابہ، مطبعۃ مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء جلد چہارم ص ۳۶۳-۶۴

۸ھ دکتور احمد احمد بدوی، من النقد الادبی، مکتبۃ نہضۃ مصر القاہرہ، ص ۲۴

۹ھ شیخ بیومی السباعی، تاریخ القصہ والنقد، مکتبۃ الانجلو المصریہ ۱۹۵۶ء ص ۱۱۳

۱۰ھ جوامع الکلم

۱۱ھ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ھجاء المشرکین (اللھم ایدہ بروح القدس)

۱۲ھ امام عبدالقاہر الجرجانی، دلائل الاعجاز، مطبعۃ مجلۃ المنار مصر ص ۱۳

۱۳ھ مقدمہ دیوان حسان ص ۴۴ بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد ہشتم۔

۱۴ھ حافظ ابن حجر العسقلانی، الاصابہ، ۳/ ۵۰۹

۱۵ھ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز

۱۶ھ امام ترمذی نے اس شعر کے دوسرے مصرع کو حضرت عائشہؓ کی روایت سے عبداللہ بن رواحہ کی طرف منسوب کیا ہے (جامع ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی انشاد الشعر) لیکن صاحب تحفۃ الاحوذی نے اس انتساب کو مجازی قرار دیا ہے۔ حقیقت میں یہ شعر طرفہ بن العبد البکری کا ہے اور خود حضرت عائشہؓ نے بھی اس کو طرفہ کی طرف ہی منسوب کیا ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

۱۷ھ ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں اس روایت کے ساتھ "ھذا من کلام النبوۃ" کا اضافہ کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کو آنحضورؐ کا قول قرار دیا ہے۔

۱۸؎ السباعی، تاریخ القصہ والنقد فی الادب العربی ص ۱۱۳

۱۹؎ تاریخ ادب عربی ترجمہ از ڈاکٹر طفیل احمد مدنی از دیباچہ۔

۲۰؎ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من التمادح۔

۲۱؎ ذیل الامالی (ص ۱۲۲) میں اس روایت کے ساتھ "واللہ یقول فلا تزکوا انفسہم" کا اضافہ ہے۔

۲۲؎ ابن قتیبہ۔ الشعر والشعراء ۱/۷۶

۲۳؎ ابن الاثیر، المثل السائر، مطبعۃ مصطفی البابی القاہرہ ۱۹۳۹ء ص ۱۱۶، امام بخاری نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: کیف اغرم یا رسول اللہ من لاشرب ولا اکل ولا نطق ولا استہل، مثل ذلک بطل، فقال النبی انما ھذا من اخوان الکہان

صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الکہانۃ۔

۲۴؎ سنن ابی داؤد کتاب الادب، باب ماجاء فی التشدق فی الکلام۔

۲۵؎ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن۔

۲۶؎ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معالی الاخلاق

۲۷؎ المبرد: الکامل، مطبعۃ مصطفی البابی مصر بابلی بمصر ۱۹۳۷ء جلد اول ص ۷

۲۸؎ مسند امام احمد بن حنبل ۲/۳۷۱، ۴۴، ۴/۲۹۷

۲۹؎ جاحظ نے ابوالحسن المدائنی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک مرتبہ تقریر فرمائی اور بڑے اختصار سے کام لیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کچھ مزید ارشاد فرماتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اس کے جواب میں انھوں نے یہ حدیث سنائی ..... البیان والتبیین مطبعۃ الاستقامۃ القاہرہ ۱۹۵۶ء ۱/۳۰۳

۳۰؎ قدامہ بن جعفر، نقد النثر، دار الکتب المصریۃ القاہرہ ۱۹۳۳ء ص ۸۲

۳۱؎ ابوالہلال العسکری، کتاب الصناعتین دار احیاء الکتب العربیۃ القاہرہ ۱۹۵۲ء الباب الخامس ص ۱۴۳

۳۲؎ محمد بن سلام الجمحی، طبقات فحول الشعراء

© rasailojaraid.com